

رمضان المبارک—دعا کا مہینہ

افشاں نوید

رمضان المبارک کا اہم ترین تحفہ دعا ہے۔ عرش اٹھانے والے فرشتوں کو فارغ کر کے روئے زمین کی جانب روانہ کر دیا جاتا ہے کہ روزہ داروں کی دعاؤں پر آمیں، کہیں۔ دعا کے لیے اس سے قیمتی، اس سے زیادہ مبارک اور یا قوت والماں سے گراں و نایاب لمحات اور کون سے ہو سکتے ہیں!

قرآن مجید میں بھی رمضان المبارک کے احکام و فضائل بیان کرتے ہوئے درمیان میں دعا کا اچانک ذکر آ جاتا ہے: وَإِذَا سَأَلَتْ عِبَادٌ عَنِ الدُّعَاءِ قَرِيبٌ طَاجِيبٌ مَّعُوذَةٌ الْكَلَائِيمُ إِنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ فَإِنَّمَا يُشْكُرُونَ (آل عمران: ۱۸۲) ”اور اے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انھیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہذا انھیں چاہیے کہ میری دعوت پر لیک کہیں اور مجھ پر ایمان لا کیں۔ شاید کہ وہ راہ راست پالیں۔“ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ رمضان، اور دعا، میں انتہائی گہرا ربط پایا جاتا ہے، اور دعا کی مقبولیت کے قیمتی ترین لمحات اسی ماہ میں رکھے گئے ہیں۔ رمضان عبادت کے لیے موسم بہار ہے اور دعا کے بارے میں کہا گیا کہ لَثَعَالُدُ مُنَعِّلُ الْعِبَادَةِ دعا عبادت کا ممزح ہے، (ترمذی)۔ اسی بنا پر احادیث میں رمضان المبارک میں کثرت سے دعاء لگانے کی تلقین کی گئی ہے۔

بندہ مؤمن کی تو شان ہی یہ ہے کہ وہ تنگی و فراغی ہر حال میں دستِ دعا دراز کیے رکھتا ہے، اور اپنے ضعف کے مقابلے میں مالکِ دو جہاں کی قوت اور اپنے فخر و عجز کے مقابلے میں

اپنے رب کے خزانوں اور اس کی عطا پر نظر رکھتا ہے۔ رب کو بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھ اور قلب میں بھی مطلوب ہے۔ اسی لیے دعائے مالگانے کو تکبیر سے تعبیر کیا گیا ہے: ”تمھارا رب کہتا ہے: مجھے پکارو، میں تمھاری دعا نئیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمٹنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے“ (المؤمن ۲۰: ۳۰)۔ یعنی رب کو نہ پکارنا، اس کی جناب میں التجاء سے بے نیازی بر تنا گویا کبر کی علامتوں میں شامل ہے۔ اسی طرح سنن ترمذی میں رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد مقتول ہے کہ ”جو اللہ سے نہیں مالگنا اللہ اس پر غضب ناک ہو جاتا ہے۔“ سنن ابو داؤد میں حضرت سلمانؓ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا کہ ”تمھارا رب حیا کا پیکر اور صاحبِ عزت و تکریم ہے۔ اسے اس بات سے حیا آتی ہے کہ بندے کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی ہاتھ لوتا دے۔“ نہ صرف یہ کہ وہ خالی ہاتھ لوتاتے ہوئے شرمناتا ہے بلکہ وہ ہمیں خود بلا تا ہے اور چاہتا ہے کہ ہم اس سے مالگینیں اور صرف اسی کے آگے دست سوال دراز کریں۔ وہ قرآن میں جگہ جگہ ہمیں پکارتا ہے کہ آؤ اپنے گناہوں کی معافی مانگو، مجھ سے استغفار طلب کرو، اور مخلوق کی شان بھی یہ ہے کہ خالق سے رجوع کرے۔ ہر حاجت اس سے طلب کرے۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے اسی کو پکارے۔ دعا کے ذریعے رب سے جو تعلق پیدا ہوتا ہے، وہی عبادت کی اصل روح ہے جو ہر حاضر و موجود سے بیزار کر کے اسی کے درسے وابستہ کر دیتا ہے اور یہی ”حقیقی وصال“ ہے۔

قرآن جہاں دعا مالگنے کی بار بار تاکید کرتا ہے وہاں دعا کے کچھ آداب اور شرائط بھی بیان کرتا ہے: ﴿ وَ اهْمَّهُ مُنْلِسِيْنَ لِهِ الْحَيَّةُ ط (الاعراف ۷: ۲۹) ”اور پکارو اس کو خالص اس کے فرمان بردار ہو کر“۔ اور روزے اور طاق راتوں کی عبادت کے لیے بھی یہی لازم ہے کہ وہ ایمان اور احتساب کے ساتھ ادا کی جائیں۔ لہذا رمضان میں جب جب دست دعا دراز کریں تو قرآن کی شرط دین خالص، کو ضرور یاد رکھیں کہ کیا واقعی ہم نے دین کو رب کے لیے خالص، کر دیا ہے، یا دوسرے نظریات یا اپنی نفسانی خواہشات کی بھی کہیں کہیں آمیرش ہے۔ نیز یہ کہ دین کہیں ہماری شخصیت میں محض ضمیمے کے طور پر تو موجود نہیں کہ مروجہ غیر اسلامی رسوم و رواج کے بھی ہم غلام رہیں۔ ہمارے سود و زیاں کے پیمانے بھی وہی ہوں جو دین سے بے نیاز لوگوں کے ہیں۔ ہمارا نفس بھی رعایتوں کا خوگر ہے۔ ہم نے بھی خود کو حالتِ اضطرار میں سمجھتے ہوئے بہت کچھ ناجائز

اپنے لیے جائز ٹھیرا لیا ہوا رہارے اجتماعی دینی رویوں میں سارا زور عبادات پر ہوا رہ معاملات ہم غیر اللہ کے حوالے کر دیں اور ان کی رہنمائی میں سرانجام دیں۔ جب ہماری بندگی اور اطاعت اللہ کے لیے خالص ہو گی تب ہی دعاؤں میں بھی اثر پیدا ہو گا۔

قبولیت دعا کے لیے اہم ترین شرط رزقِ حلال، بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا: اپنے مومن بندوں سے اس نے کہا ہے: اے ایمان والو! تم میری دی ہوئی روزی میں سے حلال اور پاک چیزوں کھاؤ۔ پھر آپؐ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو کسی مقدس مقام پر طویل سفر طے کر کے آتا ہے۔ پریشان حال اور غبارآلود ہے مگر حال یہ ہوتا ہے کہ اس کا کھانا حرام، لباس حرام اور اس کا جسم حرام غذا سے پلا ہوا۔ پس اس شخص کی دعا کس طرح قبول ہو (ترمذی)۔ ہم میں سے اکثر لوگ اپنی دعاؤں کی عدم قبولیت پر مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر اس حدیث کو ہم مدظہر رکھیں تو دعاؤں کی عدم قبولیت کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس معاشرے میں مالی بدعنوائی عام ہو، حلال و حرام کا فرق مٹ جائے، رشوت کا چلن عام ہو، سودی نظامِ معیشت ہو اور پھر ہم شکوہ کریں کہ اللہ ہماری دعا نہیں کرتا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان سب سیاہ کاریوں کے باوجود اب بھی اس نے ہماری دعاؤں کے لیے آسانوں پر اپنے دروازے بند نہیں کیے ہیں اور وہ ہمارے پلٹنے اور رجوع کا منتظر ہے۔

قرآن دعا کا ایک ادب یہ بیان کرتا ہے کہ **أَتَّهْمُوهَا وَبَكْفُمْ تَخْرُّغاً**
(اعراف: ۵۵) ”اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے“۔ گویا صرف الفاظ میں عاجزی اور مسکنت نہ ہو، بلکہ دعاء مانگنے والا اللہ کے سامنے اپنی ذلت، درماندگی، ضعف، پستی اور بندگی کا زندہ شعور رکھتا ہو۔ اور ’خوف‘ اور ’رجا‘ سب اسی کے ساتھ وابستہ ہو۔ **وَأَتَّهْمُوهُمْ تَهْوَّاً وَ سَلْفَعًا**
(اعراف: ۵۶) ”اس کو پکارو خوف اور امید کے ساتھ“۔ اور یہ خوف اور امید کے درمیان رہنا ہی مونن کو رہا اعتدال پر قائم رکھتا ہے۔ صرف امید، انسان کو نذر اور بے نیاز بنا دیتی ہے اور وہ بے خوفی سے حدودِ الہی سے روگردانی کر سکتا ہے، جب کہ صرف ’خوف‘ انسان کو دل شکستہ اور غمگین بنادیتا ہے اور انسان میں کم حصہ ایک طرف بُرائی سے باز رکھتا ہے تو امید نکیوں میں سبقت پر مومنانہ شان یہ ہے کہ خوف اگر ایک طرف بُرائی سے باز رکھتا ہے تو امید نکیوں میں سبقت پر

اُبھارتی ہے، اور یہی تقویٰ کی شان ہے۔ روزے کا بندی دی مقصود ہی لَعَلَّكُمْ تَتَفَوَّتُونَ تَتَبَيَّنَ گیا ہے۔ سورہ سجدہ میں ارشاد ہوتا ہے: ”ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں“ (السجدہ ۱۶:۳۲)۔ گویا اللہ کے بندوں پر اور اقامتِ دین کی راہ میں رزق خرچ کرنا درحقیقت ان کی دعاؤں کے اخلاص کا مظہر ہے۔ قرآن کی اس آیت کی رو سے اگر ان کا تقویٰ ان کو بستروں سے ڈور کر کے، رب سے راز و نیاز میں مصروف رکھتا ہے تو وہ صرف خدا کو راضی کرنے کی تگ و دو میں اس کی مخلوق سے بے نیاز نہیں ہو جاتے، بلکہ ان کے تقویٰ کی تکمیل خلق خدا کی فلاح سے وابستہ ہے، جو ان کی ڈور دھوپ کے لیے قوتِ محکم بنتی ہے۔ لہذا اگر ہم اپنی دعاؤں کے اثرات و قبولیت کے متمنی ہیں تو اس کے لیے اپنے مال کو بھی جنت کے حصول کا ذریعہ بنانا ہوگا۔

قرآن مجید حضرت زکریا کی دعا کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتا ہے کہ ”جب انہوں نے اپنے رب کو چکے چکے پکارا“ (مریم ۳:۱۹)۔ لفظ ’چکے چکے‘ سے تصور کیا جاسکتا ہے کہ جس کو ہم پکار رہے ہیں وہ ہمارے بے حد قریب ہے۔ نہ صرف قریب ہے بلکہ ہماری جانب متوجہ بھی ہے اور سمیع بھی ہے۔ وہ ہر وقت سننے پر تیار ہے، دینے پر تیار ہے، ہر لمحے منتظر ہے کہ کب ہم پلٹیں، رجوع کریں اور دستِ سوال دراز کریں۔ وہ اپنے عاصی بندوں کو اپنی رحمتوں کی چادر میں ڈھانپنے کو بے تاب ہے اور ما و رمضان ان رحمتوں کی سمت پلٹنے اور مشفیرت طلب کرنے کا بہت تیمتی موقع ہے۔ نصف شب کے بعد بیداری اس سمیع و بصیر سے سرگوشیاں کرنے کا نادر موقع ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے قرب کو محسوس کریں۔ جیسے اپنے دل کی دھڑکنیں سننے ہیں، جیسے پہلو میں بیٹھے ساتھی سے سرگوشی میں بات کرتے ہیں۔ وہ ہماری شہرگ سے بھی قریب ہے اور منتظر ہے کہ ہم کب اس کو پکاریں!

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”بندے کی دعا اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک وہ کسی گناہ یا قطعِ رحمی کی دعا نہ کرے اور جب تک وہ جلدی نہ چائے“۔ قطعِ رحمی اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ لہذا اگر ہم قبولیتِ دعا کی خواہش رکھتے ہیں تو رمضان کی ان مبارک ساعتوں میں اس بات کا بھی جائزہ لیں کہ اپنے رحم کے رشتؤں کے حقوق کے معاملے میں ہم کتنے حساس

بیں اور دو راں سال ہم سے ان حقوق کی ادائیگی میں کہاں کہاں کوتا ہی سرزد ہوئی ہے۔ نیز رحم کے رشتے جوڑنے میں ہم نے کہاں تک اپنی ذمہ داریاں پوری کیں۔ دجالی فتنوں کے اس دور میں صرف ہمارے بچے ہی نہیں بلکہ اپنے اور شوہر کے بھن بھائیوں کے بچے بھی ہماری توجہ کے مستحق ہیں۔ ان کی تربیت بھی کسی درجے میں ہماری توجہ کا عنوان ہو۔ ایک موقعے پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں برکت ہو، وہ رحم کے رشتوں کو جوڑئے۔ گویا قطع رحی کرنے والا خود کو مستحب الدعوات سمجھنے کا حق دار نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”تین لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ حرام مال کھانے والا، غیبت کرنے والا اور وہ شخص جس کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کے لیے بُغض یا حسد ہو۔“ گویا دستِ دعا دراز کرنے سے قبل اپنے آئینہ دل کو بُغض اور حسد سے پاک کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ جس دل میں اس کی مخلوق کے لیے ناپسندیدہ جذبات ہوں گے، وہ بھی ’قلبِ سلیم‘ کے درجے پر فائز نہ ہو سکے گا۔ پس ثابت ہوا کہ ”مناجاتِ مقبول“ کے لیے ’قلبِ مطہر‘ بھی شرط لازم ہے۔ پھر صرف دل ہی نہیں زبان بھی ان گناہوں میں آللہ کارنہ ہو۔ غیبت بھی قبولیتِ دعا کی رکاوٹ بنتی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؓ کے اس قول کی روشنی میں بھی ہم اپنی دعاؤں کی حقیقت کا بے لاغ جائزہ لے سکتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: • تم نے خدا کو پہچانا مگر اس کا حق ادائہ کیا۔ • خدا کی کتاب پڑھی مگر اس پر عمل نہ کیا۔ • ابلیس کے ساتھ دشمنی کا دعویٰ کیا مگر دوستی قائم رکھی۔ • رسولؐ سے محبت کا دعویٰ کیا مگر سنت کو چھوڑ دیا۔ • جنت کی خواہش کی لیکن عمل نہ کیا۔ • جہنم کا خوف کیا لیکن گناہوں سے باز نہ آئے۔ • موت کو حق جانا مگر تیاری نہ کی۔ • لوگوں کے عیب گئے رہے مگر اپنے عیوب پر نظر نہ پڑی۔ • خدا کا دیا ہوا رزق کھاتے رہے مگر شکر گزار نہ بنے۔ • میتیوں کو دفن کیا مگر عبرت نہ کیڑی۔ تو پھر تمہاری دعائیں کیسے قبول ہو سکتی ہیں؟

قرآن مجید نے ہمیں بہت سی دعائیں سکھائی ہیں۔ پیغمبر وعلیؐ کی دعاؤں کے بھی تذکرے کیے ہیں۔ خود سورہ الفاتحہ بہترین دعا ہے۔ نبی کریمؐ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو تعلق تھا اس کا انبہار ان دعاؤں سے ہوتا ہے جو آپؐ نے مختلف مواقع پر مانگیں، مثلاً: ایک دعا کے الفاظ ہیں:

اللَّهُمَّ اجْعِلْنِي أَحَدَّ الْأَشْيَايَهُ إِلَيْكَ وَاجْعِلْنِي أَحَدَّ الْأَشْيَايَهُ
عَنْ بَدْءٍ وَاقْطِعْ عَنِّي دَاجِنَتِ الْأَنْوَارِ بِالشَّوَّالِ لِقَابَتِي وَإِنَّا مُقْرَبُونَ
أَعْيُّدُ أَجْهَلِ الْمُكْنَى مُكْنِيَ اللَّهُمَّ فَاقْرِئْ عَيْنِي بِعِبَادَتِي (کنز العمال، عن ابن
بن مالک) اے اللہ! اپنی محبت کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب بنادے اور اپنے ڈر کو
تمام چیزوں کے ڈر سے زیادہ کر دے اور مجھے اپنے ساتھ ملاقات کا ایسا شوق دے
کہ میری دنیا کی محتاجیاں ختم ہو جائیں، اور جہاں تو نے دنیا والوں کی لذت ان کی دنیا
میں رکھی ہے، میری لذت اپنی عبادت میں رکھو۔

آپ کی ایک بہت پیاری دعا کے الفاظ یہ ہیں:

وَبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ شَكَارَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
مُلِيهُا إِلَيْهِ مُهِبَّنَا إِلَيْهِ أَمَاهَا مُهِبَّنَا (ترمذی، عن ابن عباس) میرے
رب، مجھے ایسا بنادے کہ میں تجھے بہت یاد کروں، تیرا بہت شکر کروں، تجھے سے بہت
ڈر کروں، تیری بہت فرمان برداری کیا کروں، تیرا بہت مطبع رہوں، تیرے آگے جھکا
رہوں، اور آہ، آہ کرتا ہوا تیری ہی طرف لوٹ آیا کروں۔

نبی پاک علیہ اصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو زبان پر لاتے ہوئے یہ بات بھی یاد رہے کہ
آپ نے یہ دعائیں بدر کی گھاٹیوں، احمد کے پہاڑوں، طائف کے بازاروں میں پھرلوں کی بارش
کے دوران، شعب ابی طالب میں معاشری مقاطعے کے دوران، گھوڑے کی پیٹھ پر اور تواروں کی
چھاؤں میں مانگی تھیں۔ ان دعاؤں کی قبولیت ہمارے سامنے ہے۔ ہم یہ دعائیں مانگتے ہوئے
حق اور باطل کی کش کلش میں اپنے کردار پر بھی نظر ڈالیں۔
